www.neweramagazine.com

new era magazine

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہرِ دل کے دروازے

از سمرینہ سحر

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشاءاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

وہ آئینے کو بھی حیرت میں ڈال دیتا ہے

کسی کسی کو خدا یہ کمال دیتا ہے

عجیب شخص ہے ملتا ہے کچھ نہیں کہتا

جواب سب کو مگر حسب حال دیتا ہے

اسٹیج کا منظر شاندار تھا لیکن اس سے بھی زیادہ دلچسپ چیز اسے جو لگی تھی وہ سب سے الگ ہو کے بیٹھی وہ سفید فراک میں ملبوس لڑکی تھی جس نے زاویار آفندی کی ساری توجہ کھینچ لی تھی۔

وہ بے نیاز تھی سب سے۔۔اس نے بنا کسی جھجک کے اپنی آنکھیں اس پہ مرکوز کر دی تھیں۔

اس کا فراک پاؤں کو چھوتا تھا بال سنہرے تھے تھوڑے نیچے سے گھنگریالے جو آدھا چہرہ ڈھانپ رہے تھے۔۔۔ناک کی چمکتی لونگ شاید ہیرے کی تھی زاویار کو اس بور کالج پارٹی میں جہاں شہری اسے زبردستی لے آیا تھا وہ واحد چیز اچھی لگی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے قریب جا کے پکارا اور سامنے والی نے پورا چہرہ اٹھا کے دیکھا تھا زاویار آفندی کو اس سے پہلے معلوم نہیں تھا کسی کی آنکھیں اتنی حسین بھی ہو سکتی ہیں! صاف گورے رنگ پہ سیاہ گہری کالی آنکھیں۔۔۔۔۔۔وہ گویا ڈوب کے ابھرا تھا۔۔۔۔۔۔

"جی فرمایئے؟" سامنے والے کو اس کا ہیلو شاید پسند نہیں آیا۔

"ایکچوئیلی میں آپ کو کب سے نوٹس کر رہا تھا آپ یہاں اکیلی نظر آ رہی شاید آپ بھی میری طرح آج ہی آئی ہیں اس کالج کے فضول فنکشن میں۔" اس نے اس کے ساتھ پڑی چیئر پہ

بیٹھتے ہوئے آرام سے کہا زینیا کو وہ آدمی جو شکل سے اچھا خاصا ہینڈ سم نظر آتا تھا بالکل فضول لگا اور فضول لوگوں سے کیا اسے تو ویسے دنیا کے آدھے لوگوں سے چڑ تھی۔۔۔

"اگر آپ گھورنے کے علاوہ کوئی کام کرتے تو شاید دیکھ لیتے کہ یہ فضول کالج نہیں دوسرا نہ میں آپ کی طرح ایسے منہ اٹھا کے آگئی ہوں یہ میرا اپنا کالج ہے۔"اس نے اعتماد سکون سے دوسری سائڈ پہ دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

زاویار تو عش عش کر اٹھا تھا اس عزت افزائی پہ۔۔

"محترمہ لگتا آپ کسی اور کا غصہ مجھ پہ اتار رہی ہیں۔"اس بار سامنے سامنے والی نے اسے سر سے پیر تک گھور کے دیکھا تھا حتیٰ کہ زاویار جیسا امریکہ پلٹ لڑکا بھی کنفیوز ہوا۔

"Are you mad?

آپ ہو کون جس پہ میں غصہ اتاروں گی۔"اسے شاید زاویار کی دماغی حالت پہ شک تھا۔

"دیکھیئے مس میں آپ سے عزت سے بات کر رہا ہوں۔"

"جی جیسے عزت سے گھور رہے تھے۔"ترنت جواب آیا ساتھ گہری سیاہ آنکھیں سکیڑ کے نخوت سے سر جھٹکا۔

زاویار لاجواب ہوا تھا وہ ایک بگڑا ہوا امیر زادہ اس لڑکی سے اس قدر باتیں کیوں سن رہا اس کی ازلی رگ پھڑکی تھی۔

"آپ سمجھتی کیا ہیں خود کو؟" اس نے غصہ دباتے ہوئے کہا۔

"دیکھیئے مسٹر ایکس وائے زی۔۔ میں تو خود کو جو سمجھتی ہوں وہ سمجھتی ہوں لیکن آپ جو ہو وہ میں اچھے سے سمجھ گئی ہوں میرے منہ لگنے کی ضرورت نہیں زیادہ آپ کو۔" اس نے اس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا تھا ساتھ بال بھی پیچھے ہٹائے تھے جو تھوڑا جھکنے کی وجہ سے آگے آ گرے تھے انداز میں لاپرواہی تھی یعنی حسن لاپرواہ تھا زاویار کا سارہ غضہ پل میں اڑن چھوا ہوا۔

"زاویار۔۔ زاویار آفندی نام ہے میرا اور رہی بات منہ لگنے کی آپ بات کرنے نہیں دے رہیں منہ لگانا تو دور ہے ابھی۔۔۔" زاویار کی سنہری آنکھوں میں شرارت معنی خیزیت دونوں موجود تھیں۔۔۔۔

زینیا کی منہ یکدم لال ہوا تھا وہ بچی نہیں تھی جو بات سمجھ نہ سکتی بائیس سال کو سمجھدار لڑکی تھی۔

"آپ۔۔۔ آپ نہایت فضول آدمی ہیں نہایت۔" وہ غصے سے اٹھی اور اسی پل زاویار نے اپنا پیر آگے رکھ دیا تھا ایک پل لگا تھا زینیا کو لڑکھڑانے میں اور اگلے پل وہ اسے گرنے سے بچا چکا تھا زاویار کے مضبوط ہاتھ اسے تھامے ہوئے تھے اور اس کے لمبے بال اس کے اوپر تھے۔

اس منظر نے بہت سے لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی۔۔ اگلے پل وہ اس سے الگ ہو کے سرخ چہرہ کیے کھڑی تھی غصے اہانت نے اس کی آنکھوں میں آنسوں بھر دیئے تھے۔۔

اور ہال میں کہیں دبی دبی ہنسی بھی سنائی دے رہی تھی۔زاویار بہت دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا کچھ تو تھا اس لڑکی میں خاص اس نے سوچا۔

"تم جیسے لوگ اس قابل نہیں ہوتے کہ ان کے پاس سے بھی گزرا جائے۔"آنسوں بھری آنکھوں کے ساتھ اس نے انگلی اٹھا کر اسے کہا تھا اور زاویار جو ابھی تک سب انجوائے کر رہا تھا اس کے دل نے بیٹ مس کی تھی اس سے پہلے کو وہ کچھ کہتا وہ بھاگتی ہوئی وہاں سے نکل آئی تھی

ایک تم ہی نہیں تنہا الفت میں میری رسوا

اس شہر میں تم جیسے دیوانے ہزاروں ہیں

ان آنکھوں کی مستی کے

اس کے پیروں کے تال پہ نوٹوں کی بارش ہو رہی تھی۔

جب وہ کمر لچکا کے آگے کو جھکتی تو سامنے بیٹھے رئیسوں کے دل مٹھی میں کھینچ لیتی تھی۔

رات اپنے عروج پہ تھی اور الماس بائی کا کوٹھا بھی کاروبار بھی۔۔۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں دن سوتے اور راتیں جاگتی ہیں۔۔۔ محفل اپنے عروج پہ تھی اور کمرے میں لیٹا وہ واحد وجود کانٹوں پہ لوٹ رہا تھا۔۔انگلیاں کانوں میں ڈالے وہ سونے کی کوشش میں ہلکان تھی پر بے سود۔۔۔۔۔

"الماس بیگم آپ کی بیٹی ہیرا ہے ہیرا۔" ملک دراز کی آنکھوں میں حیوانیت تھی جو الماس بیگم کے ساتھ کھڑی شگونہ بھی دیکھ سکتی تھی لیکن وہ لوگ عادی تھے اس کے۔۔۔۔۔

"ارے ملک صاحب آپ کا نظر کرم ہے ورنہ ہم کہاں۔۔" الماس بائی نے لگاوٹ سے کہا۔

ملک دراز کی آنکھیں شگونہ پہ تھیں وہ ابھی رقص ختم کر کے آئی تھی۔ سبز آنکھوں پہ مسکارا لگائے سبز سنہرے لباس میں وہ پری لگ رہی تھی۔

"الماس بیگم آپ کی اجازت ہو تو کل ہم شگونہ صاحبہ کو اپنے غریب خانہ پہ دعوت دینا چاہیں گے۔" ملک دراز اس کے حسن کے آگے بے بس ہو رہا تھا۔

وہ پینتالیس پچاس کے پیٹے میں تھا مگر دولت گھر کی باندی تھی۔۔ صحت منداور خوش شکل نظر آتا تھا۔۔۔

"جی ملک صاحب اصل میں ہمارے ہاں اور لڑکیاں ہیں جو باہر جاتی ہیں شگونہ تو ابھی بس گھر ہی محفل کرتی ہے۔" کسی کا عکس ذہن میں آتے ہی انہوں نے انکار کی توجیہہ کی تھی۔

شگونہ سونے کے لیے جا چکی تھی وہ دن کو سو کے رات کو اس گھر کا بھار اٹھاتی تھی۔

"ہم نے بھی تو سمجھتے ہوئے دن کو دعوت دی ہے۔" وہ الماس بیگم کی بات سن کے بولا۔

"میں چاہتا ہوں کے کچھ خاص تحائف شگونہ جی کی نظر کروں۔۔"

"جی ملک صاحب پھر دن میں وہ میری ملازمہ سوہنی کے ساتھ آئے گی۔" وہ اب رضامند

تھیں۔

"جی جی الماس جی جیسے آپ کہیں۔"اس کی باچھیں خوشی سے چری تھیں اور الماس بیگم کسی اور سوچ میں گم تھیں کل کا لائحہ عمل کیسے ترتیب دینا۔

شگونہ ان کو وہ سونے کی چڑیا تھی جس کے بغیر وہ کچھ نہیں تھیں لیکن ایک اور وجود تھا اس گھر میں جس نے سن کے طوفان لے آنا تھا وہ جانتی تھیں نا جانے کل کتنی بڑی تبدیلی لانے والا تھا کون جانتا تھا۔۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

کیا قیامت ہیں تیری آنکھیں

میں کوئی بات کہنے آیا تھا

گاڑی میں جسٹن بائیبر کا گانا فل آواز میں چل رہا تھا۔

"افففف ایک تو اس پاکستان میں ٹریفک کے بہت مسائل ہیں۔"زاویار نے کوفت سے کہا۔

"میرے بھائی صبر کرو صبر۔"حیدر اس کا بیسٹ فرینڈ مسکرا کے بولا تھا۔

تبھی اس کی نظر باہر پڑی وہ کوئی بوڑھا آدمی تھا جو شاید کچھ بیچ رہا تھا لیکن اس کی توجہ اس پہ نہیں ساتھ کھڑے وجود پہ پڑی اس نے آنکھوں سے چشمہ اتارا۔

وہ اس بوڑھے کے ساتھ کھڑی تھی اور کمال یہ کہ ہنس بھی رہی تھی۔

"کوئی ہنستا ہوا اتنا خوبصورت بھی لگتا ہے کیا۔۔"زاویار کی نظریں گویا جم گئیں تھیں اب وہ اس بوڑھے کو سہارا دے کے آگے آرہی تھی ایسے لگتا تھا بہت اچھے سے جانتی ہو اسے

"اپنے سے تو بوڑھا ہی اچھا ہے یار۔"وہ بڑبڑایا اور کار کا دروازہ کھولا۔

"زاویار گاڑی چلالو یار اور کتنا دیکھو گے اس لڑکی کو؟"حیدر اس کی عادت سے بیزار تھا۔

"تو چل میں آرہا ہوں۔"وہ باہر نکل گیا۔

غرور پر ورانا کا مالک کچھ اس طرح کے ہیں نام میرے
مگر قسم سے جو تم نے اک نام بھی پکارا تو میں تمہارا

"ہائے۔"وہ اس کے قریب جا کے آہستہ سے بولا گلاسز اتار لیے تھے۔زینیا حیران دیکھ رہی تھی کہ یہ جن کہاں سے ٹپک پڑا۔۔۔

"لگتا ہے آپ نے کوئی ہینڈ سم لڑکا نہیں دیکھا پہلے۔"اس نے ازلی شرارت سے کہا۔زینیا کو ہوش آیا تھا۔

"افففففف ہینڈ سم اور لڑکا تو بہ اچھے خاصے مرد لگتے ہو۔"اس نے جواب دے کے قدم آگے بڑھا دیئے۔

"چلیں یہ بتادیں اچھا خاصا لگتا ہوں یا مرد۔"وہ اس کے ساتھ چل رہا تھا مسکرا کے بولا۔

"آپ میرا پیچھا کر رہے ہیں؟" کیا وہ ٹھہر گئی۔

"نہیں میری توبہ میں اچھا خاصا شریف آدمی ہوں بی بی خدا کا خوف کرو۔" زاویار کو پتہ نہیں اسے زچ کرنے میں مزہ آ رہا تھا۔۔۔۔

"اچھا خاصا۔۔۔۔۔" اس نے زور دیا۔

"دیکھئے پلیز میرے پیچھے مت آئیں آپ مجھے آپ جیسے لوگوں سے بات کرنے کا شوق نہیں۔" زینیا کو رہ رہ کہ اس کی حرکت یاد آ رہی تھی۔

"آپ ایک بار آرام سے میری بات سن سکتی ہیں کیا؟؟" وہ اس کے سامنے آ کے سنجیدگی سے بولا۔

وائٹ شرٹ کے بازو کہنیوں تک موڑے قیمتی رسٹ واچ پہنے وہ شکل سے آوارہ نظر نہیں آتا تھا۔

'بھلا شکلیں بھی کبھی سچ بولتی ہیں۔' زینیا نے سر جھٹکا۔

"لیکن مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی۔" وہ بضد تھی۔

"دیکھئے ہم اتفاق سے مل گئے ہیں تو ایک بار بات سننے میں کیا ہرج ہے؟" زاویار کا پارہ چڑھا تھا۔

"اتفاق۔۔" اس نے ابرو اچکائے گہری کالی آنکھیں ایک پل کے لیے اس کی آنکھوں سے ٹکرا

کے جھک گئیں تھیں۔۔۔

وہ لان کے گرین کرتے کے ساتھ گرین ہی کیپری میں ملبوس تھی گلابی دوپٹا سلیقے کے ساتھ سر پہ جمائے وہ کسی اچھے خاندان کی لگتی تھی۔

"چلیں اتفاق ہے یہ تو اب یہ اتفاق ہوا تو میں آپ کی بات بھی سن لوں گی۔" اس نے مزے سے کہہ کہ رکشہ روکا اور یہ جا وہ جا۔

زاویار سر پہ ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔

تمہیں جب کبھی ملیں فرصتیں میرے دل سے بوجھ اتار دو

میں کئی دنوں سے اداس ہوں مجھے کوئی شام ادھار دو

الماس بائی کے کوٹھے میں ہلچل کا سماں تھا۔

"اماں آپ اس کو نہیں جانتی وہ ہنگامہ کھڑا کر دے گی آپ ملک صاحب کو انکار کہلوا دیں۔"

"کتنے احسان ہیں اس کے ہم پہ تمہیں معلوم ہے نا۔" وہ بھی پریشان تھیں پر ظاہر نہیں کر رہی تھیں۔

"بی بی جی ملک صاحب کی گاڑی آ گئی ہے اے دیکھو اتنی بڑی گاڑی بھیجی ہے ملک صاحب نے۔" سوہنی بھاگ کے آئی تھی کچھ زیادہ متاثر لگ رہی تھی۔

"شگو تم ایسے کرو اس کے آنے سے پہلے نکل جائیو بیٹا ملک نے کہا ہے شام سے پہلے بھیجوا دے گا واپس اور سوہنی بھی ساتھ ہو گی تیرے۔" وہ جانتی تھی کہ اسے کیا سمجھا رہی ہیں وہ۔۔۔

شگونہ تیار ہو کے آئی تو وہ برامدے میں پڑے گاؤ تکیے پہ سر رکھے کسی سوچ میں گم تھی شگونہ کا دل دھک سے رہگیا۔

اسی پل زینیا کی نظر اس پہ پڑی۔ "آپو آپ۔۔۔ آپ کہاں جارہی ہیں؟" وہ بھاگ کے بہن کے قریب آئی۔

سرخ اور سنہری فراک میں ملبوس سلیقے کے ساتھ کیا گیا میک اپ ستواں ناک میں لونگ اور سبز آنکھیں شگونہ الماس کس قدر حسین تھی لوگ سوچتے تھے۔

"اماں کہاں ہیں زینیا؟" وہ تھک کے بولی۔

"اماں کو چھوڑیں مجھے جواب دیں کہاجارہی ہیں اور یہ۔۔۔ یہ سلیو لیس ڈریس اور یہ یہ سب کیا ہے؟" وہ رو دینے کو تھی کسی انجانے خوف سے۔

اسے اپنی یہ شہزادیوں جیسی بہن بہت پیاری تھی بہت اور شگونہ کی بھی اس مین جان تھی۔

"ایسا کچھ نہیں گڑیا جیسا تم سوچ رہی ہو۔" شگونہ نے اس کا ہاتھ تھاما۔

تبھی الماس بیگم بھی آگئی تھیں اور زینیا کو دیکھ کے ٹھٹھک گئیں وہ عموماً دیر سے آتی تھی اکیڈمی پڑھا کر لیکن آج جلدی آگئی تھی۔

اور وہ جانتی تھیں اب کیا طوفان کھڑا ہونے والا تھا۔

"وہ ملک صاحب کا ڈرائیور کب سے انتظار کر رہا جی جلدی آئیں۔" سوہنی بولتی ہوئی آئی تھی۔

"کون ملک کیسا ڈرائیور ہاں ؟؟؟" وہ خونخوار نظروں سے پلٹی۔

"آپ کہیں نہیں جارہی ہیں آپو چاہے مجھے مر جانا بھی پڑا۔" زینا کو احساس ہوا تھا کہ کچھ غلط ہونے والا اور وہ ڈٹ گئی تھی۔

"اس کوٹھے میں پیدا ہونا ہماری قسمت تھی امی پر ہمیں کوٹھے والی بنانا آپ کی چوائس تھی آپ نے دیکھا ہے کبھی عزت دار گھرانوں کو وہاں مردہ گوشت کو بھی ڈھانپ کے لے جاتے ہیں گھر سے باہر تاکہ کسی گندے جانور کی گندی نظر نہ پڑے اور آپ۔۔۔" اس نے تیار کھڑی شگونہ کی طرف اشارہ کیا۔

ساتھ آنسو بھی لڑھک لڑھک کے جانے کہاں جارہے تھے۔" آپ ایسے لباس پہناتی ہیں آپو کو ایسے۔۔۔۔۔" وہ چلائی۔

شگونہ بس خاموش بت بنی کھڑی تھی بے بس۔۔۔

ملک ریاض کی گاڑی خالی گئی تھی اور الماس بیگم کا دل ہول رہا تھا کچھ برا ہونے کے خوف سے اس نے رات کی محفل بھی ملتوی کر دی تھی ویسے بھی شگونہ کا موڈ بھی نہیں تھا۔

زینیا ایک دو بار شگونہ کے کمرے میں گئی تھی لیکن اس نے دروازہ نہیں کھولا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا کا اصول اپناتے ہوئے سب ہی خاموش تھے۔

زاویار حیدر کے سامنے بیٹھا تھا اور خاموش تھا۔۔۔ بڑھی ہوئی شیو اور موڈ عجیب نظر آ رہا تھا۔

"تمہیں محبت ہو گئی ہے میری جان۔" حیدر نے آرام سے کولڈ ڈرنک کا سیپ لیتے ہوئے سارا ماجرا سننے کے بعد کہا تھا۔

"بکواس نہ کرو ایسی بات نہیں میں امریکہ جیسے ملک میں پانچ سال گزار کے آیا ہوں اور 28 سال کا میچیور بندہ ہوں نہیں بلکہ اچھا خاصا مرد۔۔" اسے کسی کی بات یاد آئی تو لب مسکرا دیئے تھے۔

"تو کس نے کہا 28 سال کے میچیور بندے کو پیار نہیں ہو سکتا۔"

حیدر اس طرح بحث کر رہا تھا جیسے ابھی حال میں ہی محبت پہ پی۔ایچ۔ڈی مکمل کر کے آیا ہو۔

"نہیں بس یہ کشش ہے وقتی کیونکہ اس نے مجھے جھٹلایا شاید پہلی بار کسی لڑکی نے۔۔" زاویار نے سچائی سے کہا تھا۔

"چل بھائی پھر ایسا کر تو انتظار کر۔" حیدر نے صوفے سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

"آنٹی سے میری بات ہوئی تھی وہ تیرے لیے لڑکی تلاش کر رہی ہیں بس شادی ہو جائے پھر

سب سیٹ۔"اس نے آنکھ دبائی۔

"بک بک نہ کر کوئی شادی نہیں ہو رہی۔"زاویار کو اس پہ غصہ آیا تھا۔

اس نے آنکھیں موند کے پیچھے کی طرف ٹیک لگائی تھی دماغ میں ابھی بھی اس نک چڑھی کا خیال تھا۔اس نے سر جھٹکا۔

تو نے دیکھا ہے کبھی ایک نظر شام کے بعد

کتنے چپ چاپ سے لگتے ہیں شجر شام کے بعد

اور یہ زاویاد آفندی اور زیننا گل کی تیسری ملاقات تھی۔ہوا کچھ یوں کہ ماما نے کسی فنکشن پہ جانا تھا اور ڈرائیور چھٹی پہ تھا بس پھر زاویار کی شامت آئی۔

شام 6۔7 کا وقت تھا جہاں ماما کو اس نے ڈراپ کیا یہ علاقہ بہت رش والا نہیں تھا لیکن خوبصورت تھا کراچی جیسے شہر میں ویسے ہی شام کا موسم سہانا ہوا کرتا ہے۔

وہ آرام سے ڈرائیونگ کر رہا تھا جب وہ نظر آئی۔

اس نے فوراً گاڑی کو بریک لگائی تھی۔اس کا جوتا ٹوٹا گیا تھا شاید اور وہ اسے ہاتھ میں لے کر ایک سائڈ پہ لانگ سٹریپ والا بیگ اٹھائے ایسے آرام سے چل رہی تھی جیسے کوئی پھولوں کی سیج ہو آگے۔

"پہلے مجھے شک تھا پر اب یقین ہو گیا ہے کہ آپ ذرا کھسکی ہوئی ہیں۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ زینیا نے پلٹ کے دیکھا پر بولی کچھ نہیں۔ زاویار کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

"محترمہ ٹھیک تو ہیں نہ آپ یا زبان مبارک گروی رکھ آئی ہیں۔۔"

"کاش رکھ سکتی۔" پتہ نہیں کیا تھا اس کے لہجے میں زاویار کے دل کو دھکا لگا تھا۔

"سنو۔۔" وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"نام کیا ہے آپ کا؟" اسے پتہ تھا اب تو شیرنی ضرور جاگے گی۔

"زینیا۔۔۔زینیا گل۔" وہ آرام سے کہہ کہ بڑھ گئی زاویار کو کچھ غلط ہونے کا یکدم احساس ہوا تھا۔

"پلیز رک جائیں۔" وہ منت آمیز لہجے میں بولا۔" اگر میں آپ کو ہاتھ پکڑ کے روکا تو آپ نے مجھ اچھے خاصے شریف آدمی پہ الزام لگا دینا۔: وہ رک گئی اسے حیرت ہوئی تھی۔۔ اتنی فرمابرداری۔۔ لیکن اگلے پل وہ اپنے پاؤں پہ جھکی ہوئی تھی۔

زاویار نے فوراً دیکھا تھا اسے شاید کوئی کانچ چبھ گیا تھا اور خون بھل بھل بہہ رہا تھا۔

"اففففف لڑکی کیا چیز ہو تم؟؟؟" وہ اس اس کے پاؤں کے پاس جھک کے بیٹھ گیا تھا۔

"ادھر بیٹھو۔" اس نے قریب پڑے بینچ کی طرف اشارہ کیا۔ خون کافی زیادہ نکل رہا تھا۔

"میں خود دیکھ لوں گی۔" وہ اس کے پاؤں سے کانچ نکال رہا تھا وہ جھجکی۔

"یار مانا کہ میں لڑکا براہوں گا مگر انسان بہت اچھا ہوں۔"

"ہیں یہ کیا بات ہوئی۔۔"زینیا نے سوچنا چاہا مگر پیر کی تکلیف اب زیادہ ہو رہی تھی۔

دو آنسو ٹپکے تھے اور پاؤں سے کانچ نکالتے زاویار کے ہاتھ پہ گرے وہ ٹھٹھک گیا تھا۔

"کانچ نکل گیا ہے اب درد نہیں ہو گا۔" وہ نرمی سے بولا۔

"کانچ کا بھی بھلا درد ہوتا ہے۔۔" وہ عجیب ہنسی ہنسی تھی۔زاویار کو آج اس کی دماغی حالت پہ شک ہو رہا تھا۔ تبھی زینیا کے بیگ سے سیل فون کی آواز آئی۔

اس نے سیل نکال کے کان سے لگایا تھا۔

"جی آپو بس میں آرہی جی پھر بتاتی ہوں آکے۔۔" آگے سے شاید لیٹ ہونے کی وجہ پوچھی گئی تھی۔

اس نے سیل بینچ پہ رکھا اور پاؤں پہ سے ٹشو کے ساتھ خون صاف کیا۔

زاویار نے دیکھا اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔

"آپ کو بہت درد ہو رہا آئی تو آجائیں میں آپ کو گاڑی میں چھوڑ دیتا ہوں۔"

"نہیں زاویار صاحب میں خود چلی جاؤں گی آپ کی مدد کا شکریہ۔" زاویار کو لگا وہ نم سی تھی۔

"مگر آپ کا درد۔۔۔" وہ فوراً بولا تھا۔

زینیا نے مسکرا کے دیکھا تھا۔"درد تو بہت ملتے ہیں زندگی میں ہر بار تو کسی کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتی نہ۔۔"اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا کہ زاویار نے سوچا شاید اسی کو آنکھوں کا سوگ کہتے ہیں۔

وہ لڑکھڑاتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔

پیچھے کھڑے زاویار آفندی کو دل کا ایک کونا خالی لگا تھا اس نے مان لیا تھا کہ محبت جیسی بلا اس کے پیچھے لگ چکی ہے۔

اسی پل اس کی نظر بینچ پہ پڑی اوہ وہ اپنا سیل بھول گئی تھی زاویار نے دیکھا وہ آنکھوں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

ملک دراز کی ناراضگی اپنا رنگ دکھا رہی تھی۔

اس نے الماس بائی کو فون کر کے کہا تھا کہ شگونہ کو ایک بار بھیج دیں قسمت ظریفی یہ کہ زینیا بھی ساتھ بیٹھی تھی اس نے ماں سے فون لے کر ملک کو وہ سنائیں کہ الماس کے ساتھ شگونہ کا دل بھی لرز گیا تھا۔

"یہ۔۔۔یہ فرق ہوتا ہے حلال کمائی کا اگر عزت سے کماتے ہوتے تو آج ملک دراز جیسے بغیرتوں سے نہ ڈر رہے ہوتے۔"شگونہ کو کبھی کبھار اس کی باتیں سچ لگتی تھیں۔

"حلال او بی بی تم تو کمار ہی ہو نہ حلال کا ان ٹیوشنوں سے تو کیا ملا ہے تجھے کوئی آیا ہے کیا بیا ہنے جائیو کر کی سر نہ کھا ہمارا آئی بڑی حلال۔"الماس بیگم کی باتوں نے اس کا حلق کڑوا کر دیا تھا۔

"اماں جب میں اخبار میں پڑھتی ہوں نہ بھوک کے ڈر سے ماں نے بچوں کو مار دیا خود کشی کر لی تو میرا دل خوش ہوتا ہے مجھے رشک آتا ہے عزت سے مر تو گئے نہ مگر ہم۔۔ہم روز مرتے ہیں یہ باہر کے لوگ ہمیں مال سمجھتے ہیں مال اور کن نظروں سے دیکھتے ہیں تمہیں نہیں پتہ۔"آنسو اس کی آنکھوں سے قطار در قطار گر رہے تھے۔

"اچھا بس کر زینیا۔۔۔"شگونہ اسے ساتھ لگا کے خود بھی رو پڑی تھی۔

اسے کبھی یہ کام اتنا برا نہیں لگا تھا مگر زینیا کی باتیں اب اسے کاٹتی تھیں ضمیر ملامت کرتا تھا۔

"زاویار کہاں جا رہے ہو بیٹا۔"وہ صبح صبح کم ہی ناشتے کی ٹیبل پہ آتا تھا۔

"کہیں نہیں مام بس تھوڑا کام ہے۔"مام نے غور سے اس دیکھے پھر ناشتہ کرتے آفندی صاحب کو اور دونوں مسکرا دیئے تھے۔

"کیا ہے یار مام ڈیڈ۔۔"زاویار نے چڑ کے کہا تھا۔ تبھی اس کے سیل کی بیل بجی۔

"ہاں شہری بتا۔۔"اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اس نے شہری سے اس کی یونی کی اور زینیا کی کلاس کی معلومات کی تھیں۔

گاڑی کی چابی اٹھاتے زاویار نے اپنا عکس دیکھا تھا نک سک سے تیار وہ نکھرا ہوا الگ رہا تھا۔ پہلے اتفاقیہ ملاقات ہوتی تھی مگر آج وہ خود اسے ملنے جا رہا تھا یہ جانتے ہوئے کہ اس کے لیے کیا بن چکی تھی وہ۔۔

اس کی یونیورسٹی پہنچ کے زینیا کو ڈھونڈنے میں اسے زیادہ دیر نہیں لگی تھی وہ ماسٹرز فائنل ائیر کی اسٹوڈنٹ تھی۔

"آپ کو مجھے دیکھ کے حیرت نہیں ہوئی۔" وہ اس کے سامنے بیٹھا تھا کینٹین میں۔

"نہیں مجھے پتہ تھا آپ آئیں گے۔" اس نے سکون سے کہا۔

"آں ں ں کیا مطلب۔۔" وہ چونکا تو کیا اسے بھی اس کے دل کا حال معلوم تھا۔

"اففففف آپ شکل سے اتنے پاگل نہیں لگتے ظاہری بات ہے میرا سیل آپ کے پاس تھا تو دینے تو آتے نہ۔۔"

"اوہ تو آپ کو اتنا یقین ہو گیا مجھ پہ۔۔" اب کی بار اس کی آنکھوں میں بھی سوال تھا زینیا کی پلکیں جھک گئیں تھیں۔۔

"اففففف۔۔۔" اس نے سوچا اور زاویار نے بہت دلچسپی سے دیکھا تھا۔

"اب ظاہری بات ہے آپ جیسا برانڈڈ بندہ عام سا میرا فون چوری کرنے سے رہا۔" اب کے اس کا اعتماد بحال تھا۔

"میں نے کب کہا کہ سیل فون میں رکھ لیتا میں نے تو یہ کہا ہے آپ کو اتنا یقین تھا کے سیل اٹھایا میں نے ہو یہو گا۔" وہ اب پوری توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی آنکھیں لو دیتی تھیں زینیا کو ہتھیلیاں بھیگتی محسوس ہوئی تھیں۔

"اففففف آپ۔۔۔میں جا رہی ہوں۔" وہ جانے ہی لگی تھی جب زاویار نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور اگلے پل چھوڑ دیا۔ "بیٹھو ابھی ادھر۔"

"نہیں میں جا رہی ہوں۔" وہ بیٹھی نہیں تھی مگر آگے بھی نہیں بڑھی۔۔

"تم اتنی ضدی کیوں ہو؟" "آپ سے تم پہ آنے میں ایک پل لگا تھا اسے مگر اس پل میں ہزاروں پل قید تھے ان کہیے جواب۔۔۔۔۔۔

"میں ضدی نہیں آپ بہت فضول ہو۔" اس نے چڑ کے کہا۔

زاویار کا قہقہہ زوردار تھا کینٹین میں بیٹھے ہوؤں نے پلٹ کے دیکھا تھا۔

"میں جا رہی ہوں بسس۔۔" وہ مڑ گئی تھی وہ بھاگ کے اس کے قریب آیا۔ "اچھا سنو یہ سیل تو لیتی جاؤ جس کا اتنا انتظار تھا۔" وہ بھی زاویار آفندی تھا۔

"میں نے مہر لگا دی ہے کہ آپ بہت فضول آدمی ہو۔" اس نے فون جھپٹا تھا اور کلاس کی طرف بھاگ گئی۔

زاویار کو پتہ تھا ان کے درمیان کوئی عہد نہیں ہوا مگر وہ جلد ملیں گے۔

زاویار آفندی بدل رہا تھا اور وہ دل سے خوش تھا اس بدلاؤ پہ۔

تمہیں دیکھا اور بس تمہیں دیکھا

اس کے بعد کسی چہرے کی آرزو نہ رہی

"اچھا تو آپ نے مان لیا زاویار صاحب کے آپ مریض محبت بن چکے ہیں۔" وہ آفس میں تھے ڈیڈ کا بزنس جوائن کئے اسے کچھ دن ہوئے تھے امریکہ سے ڈگری لے کے آنے کا فائدہ وہ اپنی کمپنی کو دینا چاہتا تھا۔

"ہاں ہو گئی محبت۔۔" اس نے سکون سے کہا۔

"اسے بھی پتہ ہے مطلب بھابھی کو۔۔؟" حیدر نے دانت نکالے۔

"نہیں اسے نہیں بتایا پر میرا دل کہتا ہے کہ وہ بھی اس میں شریک ہے نہیں بھی تو ہونے والی ہے۔" زاویار کا لہجہ پر سکون تھا۔۔آج اس نے آفس میں جان بوجھ کے دیر کر دی تھی وہ جس راستے پہ اس کو ملی تھی اس پہ گاڑی ایک سائیڈ پہ لگائے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

اسے اس کی روٹین نہیں معلوم تھی مگر بس ایک یقین تھا اور تھوڑی دیر میں وہ اسے دیکھائی دی تھی۔۔وہ وین سے اتر رہی تھی سفید شلوار قمیض کے ساتھ نیلا دوپٹہ لیے ناک کی لونگ چمک رہی تھی بالوں کی کچھ لٹیں چہرے کو طواف کر لیتی تھیں جنہیں وہ ہٹا دیتی۔۔زاویار نے اس کا روپ آنکھوں میں جذب کیا تھا۔

New Era Magazine

"سینئے محترمہ آپ نے یہاں ایک لڑکی کو دیکھا ہے کیا وہ بہت زور سے بولتی ہے تھوڑی۔۔"

اس نے اس کی اشارہ کیا جیسے کہہ رہا ہو کہ گھومی ہوئی ہے۔۔"میں اصل میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔" وہ اس کے ساتھ چل رہا تھا ہمیشہ کی طرح۔۔۔

"کیا!!!! آپ مجھے پاگل کہہ رہے؟" وہ پورا گھومی تھی۔"اچھا آپ کو یقین ہے میں آپ کا ہی انتظار کر رہا؟؟" اس نے شرارت سے کہا۔

"آپ۔۔۔آپ۔۔۔۔"

"ہمیشہ سے برا ہوں۔" اس نے جملہ مکمل کیا۔

"تھوڑی دیر بات ہو سکتی کیا؟" اس بار وہ سنجیدہ تھا۔

"جی بولیں۔"

"کہیں آرام سے بیٹھ کے۔" اس نے پوچھا۔ تھوڑی دیر میں وہ اسی بینچ پہ موجود تھے۔

"اگر میں تم سے کوئی بہت پرسنل بات کہوں تو سنو گی؟" وہ آس سے بولا تھا۔

زینیا گل کا دل ایک پل کے لیے رک کے چلا تھا۔ وہ وہ کیسے اس راہ پہ چل سکتی تھی جس کی منزل اس کا دل دہلا۔۔

"نہیں بالکل نہیں۔۔" اس نے سر جھٹکا۔

"کیا ہوا زینا؟" اس نے اس کا آدھا نام پکارا تھا جذبے کے ساتھ۔۔

زینیا کو کچھ غلط ہونے کا احساس شدت سے ہوا۔

"نہیں میں کوئی بات نہیں سننی اور آئندہ پلیز میرے راستے میں مت آیئے گا۔" زاویار اس کے پل پل بدلتے موڈ پہ شش پنج میں تھا۔

"یار کیا ہو گیا ہے یکدم۔" اس نے اس کے چہرے پہ پڑے بالوں کو چھوا تھا۔

اور وہ کرنٹ کھا کے اٹھی۔۔۔۔

"دور رہو مجھ سے۔" اس کا رنگ ہلدی کی طرح ہو رہا تھا۔۔۔۔

"کیا ہوا زینیا پلیز یار بی ریلیکس۔" وہ حیران تھا اور زینیا۔۔ وہ بھاگتی ہوئی اس سے دور ہوئی تھی۔ اس کے نظروں سے اوجھل ہونے تک زاویار نے اس کو دیکھا تھا اور تھک کی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

تھکن سے چور ہو اب تک سمجھ نہیں آتی
میں تیرے شہر سے ایسا بھی کیا اٹھا لایا

اور وہ اگلی شام بھی اس کے راستوں پہ گیا تھا لیکن وہ نہیں گزری تھی اسے افسوس ہو کاش اس کے گھر کا ایڈریس ہی معلوم ہوتا وہ اداس سا گھر لوٹ گیا تھا۔۔ وہ اس سے ملاقاتیں انگلیوں پہ گن سکتا تھا مگر مختصر سے عرصے میں وہ دل کے بہت قریب لگنے لگی تھی۔۔۔۔

زینیا اپنے کمرے میں خاموش لیٹی تھی آج اسے گھر ہونے والی کسی سر گرمی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔۔ شگونہ اور ماں نے اسے ایک دو بار بلایا بھی مگر وہ کمرے میں ہی پڑی رہی۔۔

"کیا ہے میرے پاس اس کو دینے کو ہے ہی کیا ذلت رسوئی درد تو اس سے بہتر ہے جو میں اب کر رہی۔۔ میرے پاس نارسائی اور دکھوں کے سوا کچھ نہیں اور وہ ایک زاویار آفندی ہے جو آنکھوں میں محبت کا سمندر لیے پھرتے ہے۔"اس کی مایوس شکل زہن میں آئی تو دل بجھ گیا تھا

تب ہی باہر سے آواز آئی۔۔ وہ بھاگ کے گئی تھی کچھ لوگ تھے جو گھر کا سارا سامان اٹھا کے پھینک رہے تھے۔۔

"کیا بد تمیزی ہے یہ؟"اس نے جا کر دھکے دے کے ان کو روکا تھا۔۔

"یہ تو کچھ نہیں ہے میڈم ابھی جو ہو گا وہ آپ دیکھیں گی۔"وہ لوگ ڈرا دھمکا کے چلے گئے تھے۔

"اماں یہ ملک دراز کا کام ہے آپ کو نہیں پتہ۔۔ چلیں پولیس میں رپورٹ کرواتے ہیں۔"وہ روہانسی ہو رہی تھی۔اس سب میں کہیں نہ کہیں اس کا بھی ہاتھ تھا وہ جانتی تھی۔۔

"کیا رپورٹ کروائیں بتا تو۔۔"الماس بیگم شدید ناراض تھیں اس سے وہ چپ کر گئی۔

وہ اس کی یونیورسٹی میں 40منٹ سے اس کا ویٹ کر رہا تھا جب وہ اسے آتی نظر آئی۔

وہ سیدھی اس کی طرف آئی تھی۔۔۔

"آپ میرا تماشا بنانا چاہتے ہیں کیا؟" وہ زچ ہو رہی تھی۔

"یار زینیا پلیز ایک بار آرام سے میری بات سن لو پلیز۔۔" وہ منت آمیز لہجہ تھا جو زاویار آفندی پہ نہیں جچتا تھا وہ بیٹھ گئی تھی پر زرا فاصلے پہ۔۔

"میں بہت محبت کرنے لگا ہوں تم سے اتنی کہ تم مجھے ہر جگہ محسوس ہوتی ہو۔۔ تمہاری آنکھیں۔۔" وہ بے بس ہوا تھا۔

"دیکھیئے زاویار صاحب یہ محبت وحبت کچھ نہیں ہوتی جب حالات کا رخ بدلتا ہے تو محبت کس کونے سے بھاگتی ہے پتہ تک نہیں چلتا۔" وہ بہت تلخ تھی۔

"تم مجھے ایک بار آزما کے دیکھ لو تمہارا فیملی اشو ہے جو بھی میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔" وہ اسے آج منا لینا چاہتا تھا وہ اس کی محبت تھی اسے بہت عزیز ہو گئی تھی۔

"اگر آپ واقعی میری عزت کرتے ہیں تو میرے راستے میں نہیں آئیں گے اب۔۔"

'کوئی اتنا سنگ دل بھی ہو سکتا ہے کیا؟؟' زاویار نے سوچا تھا وہ اٹھ کے جا چکی تھی۔

ملک دراز کی دھمکیوں کے باوجود الماس بیگم نے بہت بڑی محفل کا انتظام کیا تھا ہفتہ پہلے سے تیاریاں شروع تھیں۔

ایک زینیا تھی جو دل وہ دماغ کی جنگ میں نڈھال تھی۔

اور شگونہ جو بے سکونی بے چینی میں مبتلا تھی۔

ایک زوار آفندی تھا جو دل کا روگ پال بیٹھا تھا دل سے جنگ بھی بھلا آسان ہوا کرتی ہے کبھی۔۔۔

وہ اپنے کمرے میں پڑی تھی جب شگونہ اس کے پاس آ کے بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا ہے گڑیا اتنا پریشان کیوں ہو؟" وہ بہن کو سمجھتی تھی۔۔اور زینیا وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی کتنا کرب تھا اس کے لہجے میں شگونہ کا دل پھٹ رہا تھا۔

پھر وہ ایک ایک بات اسے بتاتی چلی گئی۔

ساری بات سن لینے کے بعد شگونہ اٹھی اور اپنے کمرے سے لا کر سے ڈھیروں کاغز اس کے سامنے پھیلا دیئے۔

"یہ کیا ہے آپو؟" زینیا نے ایک کاغذ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"پڑھو ان کو۔" اس کے لہجے میں اذیت تھی۔

وہ پاگلوں کی طرح ایک ایک کاغذ اٹھا کے پڑھتی وہ محبت نامے تھے شگونہ کے نام کسی ولی داد کی طرف سے۔

اس میں محبت کی قسمیں تھیں وعدے تھے اور ہر خط میں شگونہ کو اپنانے کی اس کی اصلیت کے ساتھ خواہش تھی۔

شگونہ نے شاید اسے ٹھکرا دیا تھا آخری خط میں بس دو لائنز تھیں۔۔

میں جا رہا ہوں مگر یاد رکھنا

اپنی ساری خوشیاں تم پہ وار کے

ولی داد

"یہ یہ کیا تھا آپو؟" وہ حیران تھی۔

"وہ تو سب جانتا تھا آپ کو اپنانے کی خواہش کر رہا تھا اور آپ۔۔۔آپ نے یہ کیا کر دیا؟" زینیا کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس کی جھنجھوڑ دیتی۔

"میں نے وہ ہی کیا تھا زینیا جو تم آج کر رہی ہو فرق بس اتنا ہے کہ مجھ پہ زمہ داریاں تھیں اماں کا خوف تھا۔" اس کی آنکھوں میں کرچیاں تھیں۔

"آج میں پچھتاتی ہوں کل کو میری جگہ تم نہ ہو اس لیے سمجھا رہی ہوں اس سے بات کرو سب بتا دو پھر اس کی محبت کا فیصلہ کرنا پاگل پن مت دیکھاؤ۔"

"لیکن میں میں کیا بات کروں اس سے؟" زینیا کی آنکھوں میں درد تھا۔

"چلو تم مجھے ملوانا کل کی محفل ہو جائے اس کے بعد میں نے سوچ لیا ہے کہ یہ کام بند کر دوں

گی۔ہم یہاں سے چلے جائیں گے تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتی ہیں۔۔"زینیا بھاگ کے اس کے گلے لگ گئی تھی۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

اداس راہیں شکستہ آہیں، میرا مقدر میرا اثاثہ

طویل کاوش پس سفر ہے، بہت ہی مشکل میرا خلاصہ

وہ ایک نئے دن کا آغاز تھا الماس بائی کے کوٹھے پہ تیاریاں عروج پہ تھیں آج بہت بڑی محفل کا انتظام تھا ایسی محفل جو پورے سال یادر کھی جاتی تھی۔

زینیا کا دل سکون میں ہو کے بھی بے چین تھا اس نے سوچ لیا تھا کہ آج وہ اس کو جا کر سب بتا دے گی اور پھر آپو سے بھی ملوا دے گی۔۔۔۔

زاویار کمرے میں لیٹا تھا جب ملازم نے اسے حیدر کے آنے کی اطلاع دی تھی۔

"اسے اوپر ہی بھیج دیں۔"اس نے سستی سے کہتے ہوئے تکیہ منہ پہ رکھ لیا تھا۔

"اوئے مجنوں! بس کر دے اب کیا روگ پال لیا ہے یار۔"حیدر اس کا بہت اچھا دوست تھا گھر میں اکلوتا ہونے کی وجہ سے زاویار اس کے بہت قریب تھا۔

"آج رات تجھے کہیں لے کے جانا ہے۔"اس نے آنکھ دبائی۔

"کہاں لے جانا ہے؟"زاویار کے لہجے میں بے زاری کے سوا کچھ نہیں تھا۔

"یار بس لے جانا ہے تو لے جانا اور تو اٹھ میرے ساتھ چل ابھی پہلے کہیں باہر کھانا کھاتے ہیں پھر میرے گھر سے ہی جائیں گے ادھر۔" زاویار کا بالکل دل نہیں تھا کہیں جانے کا مگر وہ حیدر ہی کیا جو بات مان جائے وہ اسے لے کے ہی اٹھا تھا۔

زینیا کافی دیر سے اس کا نمبر ملا رہی تھی جو اس نے خود سیو کیا تھا جب سیل بھول آئی تھی۔

ادھر کمرے میں زاویار کا فون بج بج کے خاموش ہو گیا تھا وہ حیدر کے ساتھ جاتے ہوئے سیل روم میں ہی بھول گیا تھا جو خبر ہوتی کہ وہ کال کرے گی تو سر کے بل چل کے سیل لے جاتا۔

شام کا وقت تھا پورے گھر میں لائٹنگ ہو چکی تھی زینیا کا دل گھبرا رہا تھا وہ اسی راستے پہ نکل گئی تھی جہاں وہ اس کا انتظار کیا کرتا تھا۔۔۔۔۔۔۔

ادھر زاویار حیدر کے ساتھ بزی تھا اور زینیا مایوس ہو کے لوٹ آئی تھی نہ جانے قسمت کیا کھیل کھیلنے والی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔

بہار رت میں اجاڑ راستے

تکا کرو گے تو رو پڑو گے

کسی سے ملنے کو جب بھی محسن

سجا کرو گے تو رو پڑو گے

New Era Magazine

www.neweramagazine.com

تمہارے وعدوں نے یار مجھ کو
تباہ کیا ہے کچھ اس طرح سے
کہ زندگی میں جو پھر کسی سے
دغا کروگے تو رو پڑو گے
میں جانتا ہوں میری محبت
اجاڑ دے گی تمہیں بھی ایسے
کہ چاند راتوں میں اب کسی سے
ملا کروگے تو رو پڑو گے
برستی بارش میں یاد رکھنا
تمہیں ستائیں گی میری آنکھیں
کسی ولی کے مزار پر جب
دعا کروگے تو رو پڑو گے

"یار یہ کہاں لے آئے ہو تم مجھے۔"زاویار جی ہاں زاویار آفندی کو قسمت نے الماس بائی کے کوٹھے پہ لا کھڑا کیا تھا وہ بھی گاہک بنا کے حسن کا گاہک۔۔۔

آم کے پیڑ پہ بیٹھے پرندوں نے بھی التجا کی تھی کہ زاویار آفندی کے قدم رک جائیں یا زینیا گل مر جائے ورنہ جو وقت نے بدلنا تھا وہ لڑکی روز جی کے مرتی۔۔۔

"میرا دم گھٹ رہا ہے یار میں جارہا ہوں۔" وہ کھڑا ہوا تھا۔

"ارے کہاں جا رہے ہیں آپ بیٹھیے نا پلیز۔" الماس بائی کو خبر تھی کہ وہ کوئی رئیس ہے اس لیے لب ولہجہ بھی بدلا تھا ساتھ شگونہ بھی اس لڑکے کی بے زاری محسوس کر رہی تھی۔

اسی پل زاویار آفندی کی نظریں شگونہ گل پہ پڑی تھیں اور وہ ٹھٹھک گیا تھا۔ وہ حسین تھی بلا شبہ مگر اسکی ٹھٹھکنے کی وجہ حسن نہیں کسی سے بہت زیادہ مشابہت تھی۔

شگونہ نے بھی اس کا ٹھٹھکنا محسوس کیا تھا۔

محفل شروع ہو چکی تھی اور زاویار کو رہ رہ کے غصہ آرہا تھا حیدر پہ۔

شگونہ کسی گانے پہ تال لے رہی تھی کہ اس کا پاؤں مڑا اور وہ گر پڑی تھی ساری محفل میں ہلچل مچ اٹھی تھی شگونہ کے گرنے کہ خبر کمرے میں لیٹی سوہنی نے اس وقت پہنچائی جب وہ بام لینے اوپر آئی تھی زینیا کم ہی اس محل والی جگہ پہ جاتی تھی مگر یہ اس کی بہن کی بات تھی وہ باہر بھاگی تھی اور وقت نے اداسی سے آنکھیں موند کے گزرنا بہتر سمجھا تھا۔۔۔۔

"کیا ہوا آپو؟؟" وہ بھاگتی ہوئی آئی تھی گہرے نیلے رنگ کو سوٹ میں ملبوس گھریلو حلیہ لمبے بال کمر پہ پڑے تھے وہ جھک کے بہن کے پاؤں پہ بام لگا رہی تھی اور۔۔۔

اور ایک زاویار آفندی تھا اور وہ لڑکا اس پل دیکھیں تو لٹھے کی مانند سفید نظر آتا تھا اس کی آنکھوں میں درد کا سمندر بول رہا تھا۔

اسے لگا تھا وہ گرے گا اور مر جائے گا اس نے ساتھ بیٹھے حیدر کا سہارا لیا تھا اور اسی پل حیدر کی اس کے چہرے پہ نظر پڑی یا خدا وہ مردہ لگ رہا تھا حیدر کو بات سمجھنے میں ایک پل لگا ہو گا اور زینیا کا چہرہ پہلے جانا پہچانا لگ رہا تھا اس نے بے ساختہ آنکھیں میچی تھیں۔

"ارے یہ چھوٹی لڑکی تو الماس بائی نے چھپا کے رکھی ہے کیا کمال معصوم حسن ہے۔" ساتھ بیٹھا کوئی رال ٹپکا رہا تھا اور یہی پل تھا جب زاویار آفندی کو ہوش آیا تھا۔

"بکواس بند کرو اپنی ذلیل انسان۔" اس نے چلا کے گریبان پکڑا تھا اس کا۔

یہ وہ وقت تھا جب زینیا کی نگاہ اس پہ پڑی جسم کاٹو تو بدن میں لہو نہیں اور آسمان سر پہ گرنے کی سمجھ اسے اس پل آئی تھی وہ بھاگی تھی بے ساختہ اوپر کی طرف اور پیچھے زاویار آفندی۔۔۔

وہ ٹیرس پہ ننگے پیر سر جھکائے بیٹھی تھی وہ زینیا گل تھی جو چھوٹی چھوٹی باتوں پہ رو کے دل ہلکا کر لیا کرتی تھی مگر آج۔۔۔۔آج وہ خاموش تھی بالکل خاموش اس پہ کسی پتھر کا گماں ہوتا تھا اس کا دوپٹہ کہاں گرا تھا اسے معلوم نہیں تھا۔۔۔اور اس کے بہت نزدیک گھٹنوں کے بل بیٹھا وہ اچھا خاصا مضبوط مرد سسکیاں لے کے رو رہا تھا وہ زاویار آفندی کسی ہارے ہوئے شہزادے کی طرح نظر آتا تھا۔۔

"مجھے لگا تم سب جسے نہیں ہو۔۔مجھے لگا تم مردہ لوگوں میں ایک زندہ انسان ہو میری چھوٹی سی چوٹ پہ پریشان ہونے والے ایک اچھے انسان ہو۔" وہ گویا ٹرانس میں بول رہی تھی۔

"اور تم تم بھی گاہک بن کے آ گئے میری۔۔ میری بہن کے حسن کے۔"اس بار دو آنسو پلکیں توڑ کے گرے تھے اور پھر وہ رات کے اندھیرے میں بیٹھے وہ دونوں سسکتے وجود قابل رحم نظر آتے تھے۔۔۔

"میں نے سوچا تھا میں تم کو سب بتا دوں گی میں تمہارے راستے پہ گئی تمہیں کالز کی مگر تم۔۔" اس نے لال آنکھوں سے اسے دیکھا۔"تم تو مجھے میرے گھر میں ہی مل گئے کاش میں مر ہی جاتی۔"زینیا سسک کے کہہ رہی تھی زاویار کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس کے لب اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔۔

"اماں ہم اس کی خوشیوں کو واقعی کھا گئے "۔حیدر نیچے شگونہ اور الماس کو سب بتا چکا تھا وہ تینوں خاموش ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے۔۔

"زینیا میں۔۔حیدر مجھے لے کے آ گیا مجھے نہیں پتہ تھا کچھ مجھے اب سمجھ آئی تمہارے گریز کی۔"زاویار اذیت سے بولا تھا۔

"آ گئی ہے نا سمجھ تو جاؤ اب تو نہیں آؤ گے نہ میرے پیچھے۔۔یہ ہوں میں ایک بائی۔۔" وہ چلا چلا کے رو رہی تھی۔۔۔۔۔ تبھی نیچے سے ہلچل کی آوز آئی اور پھر گولی چلنے کی وہ دونو بھاگ تھے نیچے۔۔۔۔۔

شگونہ خون میں لت پت پڑی تھی ملک ریاض کے آدمی اسے لے جانا چاہتے تھے مگر اس نے مزاحمت کی تو گولی مار کے بھاگ گئے تھے۔

www.neweramagazine.com

زاویار نے فوراً اسے اٹھایا تھا اور ششں پنج میں مبتلا حیدر کو گاڑی نکالنے کا کہا۔

زینیا گاڑی میں بیٹھی بہن کا سر گود میں رکھے بس روئے جا رہی تھی اس کے ساتھ زاویار بھی تھا حیدر گاڑی چلا رہا تھا۔

"حیدر تم گاڑی چاچو کے ہاسپٹل لے چلو میں نے ان کو کال کر دی ہے وہ اچھے سرجن ہیں باقی ہاسپٹل والے تو پولیس کے چکر میں پڑے رہیں گے۔" زاویار نے اسے کہا۔

زینیا نے شکر گزار نظروں سے اسے دیکھا تھا آنکھیں رو رو کے سوج چکی تھیں یہ وہ لڑکی تھی جسے زاویار دنیا کی ہر خوشی دینا چاہتا تھا۔

اس نے بے ساختہ زینیا کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا تھا زینیا خاموش رہی تھی۔

کیا غضب ہو کہ تم لوٹ آؤ
اور ہم تیری یاد میں مر چکے ہوں

شگونہ کا آپریشن ہو چکا تھا ڈاکٹرز نے اس کے لیے اگلے بارہ گھنٹے خطرناک قرار دیئے تھے الماس اور زینیا دعائیں کر رہی تھی۔ الماس کو بعد میں حیدر لے آیا تھا۔

"حیدر مجھے چاچو نے بلایا ہے میں ان کے پاس جا رہا یار تم نے بہت مدد کی اب گھر چلے جاؤ۔"

زاویار نے اسے کہا تھا۔

تھوڑی دیر میں وہ چاچو کے پاس موجود تھا۔

"کہاں۔۔کیسے ہوا یہ سب؟" وہ اس سے پوچھ رہے تھے۔

وہ 34۔35 سال کے بہت زیادہ ہینڈ سم انسان تھے اور کچھ سال۔پہلے لندن سے سرجن بن کے آئے تھے۔

وہ اس کے بہت اچھے دوست تھے وہ انہیں سب بتاتا گیا تھا انہوں نے ساری بات سن کے سکون سے آنکھیں موندلی تھیں بنا کو تبصرہ کیے زاویار کو حیرت نہیں ہوئی تھی وہ ایسے ہی تھے۔

"زینیا۔۔زینیا تمہاری آپی کو ہوش آ گیا۔" وہ بھاگتا ہوا آیا تھا اور زینیا بے ساختہ اس کے گلے لگ گئی تھی۔

زاویار کی سانسیں ڈوب کے ابھری تھیں اس نے پیار سے ہاتھ اس کے کمر کے پیچھے کر دیا تھا وہ بہت قریب تھی بہت پہلی بار زاویار کو باقی سب کچھ بھولنے لگا تھا۔۔۔

تبھی زینیا کو گویا ہوش آیا تھا اور وہ بھاگ کے شگونہ کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

"پہلے آپ گولیاں چلاتی تھیں کبھی آنکھوں سے کبھی باتوں سے اب گولیاں کھانا کب سے شروع کر دیں؟" وہ کمرے کے باہر تھی جب اسے سنائی دیا تھا۔

یہ توزاویار کے چاچو کی آواز تھی تو کیاوہ آپا کو جانتے۔۔۔اسے حیرت ہوئی۔

"آپ کہاں تھے ولی پھر کبھی نظر بھی نہیں آئے۔"شگونہ نے نقاست زدہ آواز میں کہا۔

"لندن چلا گیا تھادو سال ہوئے آئے ہوئے شکریہ میری جان بچانے کا۔"وہ بولیں تھی۔

سالوں بعد بھی وہ ویسی تھی حسین خوددار۔۔انہوں نے مشکل سے دل کو سنبھالا۔

زینیا کے قدم رک گئے تھے تو وہ زاویار کے چاچو ولی داد تھے۔

اس نے دروازہ کھولنا ہی چاہا جب وہ باہر نکلے تھے۔

"اب ٹھیک ہیں آپ کی بہن باقی ان کو کھلائیں پلائیں کچھ تو ٹھیک ہو جائیں گی جلدی۔"وہ اسے تسلی دے کے بڑھ گئے۔

"افففف کتنے ہینڈ سم ہیں یہ آپو کے ساتھ جچتے تھے۔"اسے افسوس ہوا دوبارہ شگونہ کی بیوقوفی پہ۔۔۔

کس جوانی میں اجاڑا تیری چاہت نے مجھے
ایسی رت میں تو درختوں کو ثمر کہتے ہیں

"مجھے سب پتہ چل گیاہے آپ مجھ سے اب نہ چھپائیں کچھ۔"وہ باہر جانے کے لیے تیار تھی اور ساتھ شگونہ پہ بھی غصہ کررہی تھی۔

زاویار اور ولی داد نے ملک دراز والا معاملہ سنبھال لیا تھا۔

"اتنے ہینڈ سم تو ہیں ولی صاحب اففف آپ بھی نہ۔۔"اسے افسوس ہوا تھا۔

"کم ہینڈ سم تو زاویار بھی نہیں۔۔"شگونہ نے لیٹے ہوئے شرارت سے کہا۔۔

"اور اسی ہینڈ سم سے ملنے جا رہی ہوں۔"اس نے دوپٹہ اوڑھ کے شگونہ کو اطلاع دی۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے زینیا۔"زاویار اور وہ ایک کیفے میں تھے نسبتاً سکون والی جگہ تھی۔

"مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم کون کو کیا ہو مجھے بس یہ پتہ تم میری محبت ہو مجھے اس کے علاوہ کچھ نہیں دیکھنا۔"اس کی آنکھوں میں سچ تھا۔

"اور تمہاری فیملی یہ دنیا ان سب کو بہت فرق پڑتا ہے اس بات سے۔"اس نے سچائی بتائی تھی۔

"تمہاری امی اور آپی نے ایک دائرے میں رہے کے کام کیا ہے ان کی مجبوری تھی مجھے پرواہ نہیں اس سے۔"وہ بضد تھا۔

"اچھا تمہارے چاچو کہاں ہوتے تھے پہلے؟"اس نے بات بدلی۔

"لندن دو سال ہوئے ہیں سرجن بن کے آئے پھر ادھر اپنا ہاسپٹل بنا لیا۔۔۔"

"امی بتاتی ہیں کہ ایف ایس سی سے عشق کی بیماری لگ گئی تھی ان کو پتہ نہیں پھر کیا بنا وہ باہر چلے گئے۔"اس نے مختصر بتایا تھا۔

"اچھا تم میری بات کا جواب دو تمہیں میرا ساتھ قبول ہے کیا؟"زاویار نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔۔۔

"یہ کیا بات بات پہ ہاتھ پکڑ لیتے ہو ویسے بہت شریف بنتے۔"زینا نے مسکان دبائی۔

"اچھا اور وہ جو ہاسپٹل میں میرے گلے لگا ہوا تھا وہ کون تھا۔۔ہیں؟؟"وہ بھی زاویار تھا۔۔

"افففف بہت برے ہو تم۔"اس نے شرما کر سر جھکا لیا۔

"تو پھر میں ہاں سمجھوں؟"وہ ہنس کے بولا۔

"اچھا تمہارے چاچو کی شادی ہو گئی؟"وہ پھر بولی تھی۔

"کیا چاچو چاچو لگا رکھا ہے میں کیا بول رہا وہ بھی سن لو۔"وہ زچ ہوا۔

"نہیں کی شادی انہوں نے اور کہتے ہیں ابھی ارادہ بھی نہیں اب اور کچھ پوچھنا ہے تو ایک بار پوچھ لو۔"وہ سکون سے بولا۔

"نہیں اگلی بار تم جب ان سے وجہ جان لو تو مجھ سے اس بات کا جواب مانگنے آنا۔"اب اس نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

زاویار نے اس سوچتی نظروں سے دیکھا۔کچھ تو بات تھی اس نے سوچا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر ایسے سہی۔" وہ مان گیا تھا زینیا دل سے مسکرا دی۔

ایسا وجدان کے ہر چیز میں تو ہے

ایسا فقدان کے نزدیک رگ جاں بھی نہیں

"یار چاچو بتادیں کیا ہوا تھا آپ کی لو اسٹوری کے پیچھے میری لو اسٹوری پھنسی ہوئی ہے۔" ولی چاچو کچن میں کافی پھینٹ رہے تھے اور وہ ان کی منت کر رہا تھا۔

"تم نے اس سے پوچھا نہیں کہ اس نے ایسی شرط کیوں رکھی؟" وہ مسکرا کے بولے۔

"آپ سے پوچھ رہا جو بتادیں اب۔" ولی نے دیکھا اس کا اونچا لمبا بھتیجا کیسے ضد کر رہا تھا۔

"شگونہ تھی۔۔وہ شگونہ الماس جس کی خاطر میں نے دن رات الماس بیگم کے کوٹھے کے چکر لگانے شروع کر دیئے تھے۔" ان کی آواز میں برسوں کا غم بولتا تھا۔

زاویار آنکھیں پھاڑے ان کو دیکھ رہا تھا۔

"پھر شادی کیوں نہیں کی؟" وہ بے ساختہ بولا۔

"ایک تو تم لوگوں کا یہ بہت مسئلہ ہے محبت کا انجام شادی بانو قدسیہ کہتی ہیں محبت کا شادی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کبھی دیکھا ہے نکاح نامے پہ محبت کا خانہ؟" وہ مسکرا رہے تھے۔

زاویار نے سوچ لیا تھا باقی مسئلہ زینیا سے مل کے حل ہو سکتا تھا۔

جن راہوں سے تیرا گزر ہوا

ان راہوں پہ اکثر میرے خواب ہیں چلتے

وہ دونوں آمنے سامنے تھے ماجرا سارا کھل چکا تھا اور دونوں سر جوڑے یہ سوچ رہے تھے اب کیا کریں۔۔

"زینیا تم کوشش کرو ان کو منانے کی میں چاچو کو مناتا ہوں۔" زاویار اپنا مسئلہ بھولے کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے تم کرو ان سے بات یہ مجھ پہ چھوڑ دو۔۔" دونوں ایسے طے کر رہے تھے جیسے گہری دوستی ہو۔ زاویار کے لیے اس کا ہر روپ پیارا تھا۔

"آپو مجھے بتائیں آپ ان سے پیار کرتی ہیں کہ نہیں؟" زینیا اس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔

"ہاں کرتی ہوں تو کیا کروں یہ حقیقت نہیں جھٹلا سکتی یہ کام یہ سب۔۔۔" وہ رو دینے کو تھیں۔

"آپ کو ہمت کرنی ہو گی آپو۔۔ اگر وہ آج بھی آپ سے پیار کرتے ہیں تو ان کو اپنا لیں پلیز۔"

"اور اگر آپ نے ان سے شادی کر لی تو زاویار اور میرے لیے بھی آسانی ہو گی۔" اس نے آخری پتہ پھینکا تھا اور شگونہ سوچ میں ڈوب گئی۔۔

"وہ نہیں مانے گی زاویار مجھے پتہ ہے۔"

"اور مان جائیں تو؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ ولی نے سر ہاتھوں میں گرا دیا۔

"ٹھیک ہے پھر دیکھتے ہیں۔" ولی خود بھی اسے اتنے عرصے بعد دیکھ کر دل کے ہاتھوں مجبور ہو رہے تھے۔۔۔۔ یہ محبت۔۔۔۔۔

اور حالات کسی پہ ایسے بھی رحم کرتے ہیں۔۔ زینیا سوچتی تو آنکھیں بھر آتی تھیں ولی جن کو اب وہ چاچو ہی کہتی تھی ان کے کوٹھے سے ہی شگونہ کو زاویار کے امی ابو اور پانچ چھ لوگوں کی موجودگی میں رخصت کروا گئے تھے۔ الماس بیگم بھی شگونہ والے واقع کے بعد بہت بدل گئی تھیں۔ وہ بھی مطمئن تھیں۔

وہ لوگ ابھی رخصت ہوئے تھے زینیا سرخ فراک میں ملبوس ہلکا میک اپ کیے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"کوئی اتنا پیارا کیسے ہو سکتا ہے۔۔ پھر سارے کا سارا کیسے ہو سکتا ہے۔۔"

زاویار اس کے کان کے قریب بولا تھا۔۔

"ارے آپ۔۔۔۔" وہ فوراً اٹھی۔

"جی ہم آپ کا دیدار کرنے پھر سے حاضر ہو گئے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

زینیا جھینپ گئی تھی۔

"سنو۔" وہ اس کے بہت قریب آ گیا تھا گھمبیر لہجے میں بولا۔

"ہوں بولو۔" زینیا کی پلکیں لرز رہی تھیں۔

"کل میں گھر میں ہمارے رشتے کی بات کرنے لگا ہوں دعا کرو گی نہ میرے لیے؟" اظہار سننے کا یہ بہت خوصورت طریقہ تھا۔

زینیا نے سر جھکا کے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"بول بھی سکتی ہو۔" اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"آپ تھوڑا دور ہوں تو بولوں نہ کچھ۔۔" آہستہ سے اسے دور کرتی وہ پیچھے ہٹی تھی۔

وہ ہنس کے گاڑی کی چابی اٹھا کے باہر جا رہا تھا جب اس نے پکارا۔

"زاویار۔۔۔" اور زاویار نے فوراً اس کے طرف دیکھا۔

"میں نے نوافل مانگے ہیں منت جب بات کر لو بتا دینا کال کر کے مجھے میں پڑھ لوں گی۔" وہ کہہ کر بھاگ گئی تھی اور وہ مسکراتا ہوا گاڑی کی طرف چل دیا۔

"تم ہمارے اکلوتے بیٹے ہو زاویار ہم تمہاری شادی دھوم دھام سے کسی اچھے گھر میں کرنا چاہتے۔" نداس کی ماں نے اسے کہا تھا۔ ڈیڈ کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔

"ماں ہم نے سوچا ہے ہم شادی کے بعد کچھ عرصے کے لیے امریکہ شفٹ ہو جائیں گے۔ آپ نے دیکھا تو ہے زینیا کو وہ کتنی اچھی ہے۔" ان کے قدموں میں بیٹھا وہ اپنی محبت کا مقدمہ لڑ رہا تھا۔

تبھی خاموش بیٹھے چاچو بولے تھے۔

"بھابھی آپ اگر زینیا کو اس کے بھائی کے گھر سے بیاہنے آئیں گی تو ہم آپ سے بھی زیادہ دھوم دھام سے شادی کریں گے۔" زاویار ان کی بات سن کے خوشی سے ان کے گلے لگ گیا تھا۔

"چلیں پھر کوئی اعتراض نہیں مجھے۔" ماں کے لیے اکلوتے بیٹے کی خوشی عزیز تھی۔

تیری صورت کو جب سے دیکھا ہے
میری آنکھوں پہ لوگ مرتے ہیں

"زاویار آٹھ جائیں اب بہت سو لیا آپ نے زونیرہ بھی روئے جا رہی ہے۔"

یہ کیلفورنیا میں ایک گھر کا منظر ہے جہاں زاویار اور زینیا کی دنیا زونیرہ نے آ کے سجادی ہے۔

"ایک تو بیوی یار تم بہت ظالم ہو نہ خود سوتی ہو نہ سونے دیتی ہو۔" زاویار نے اسے پیار سے اٹھ کے ساتھ لگایا تھا۔

"اچھا جلدی کریں پھر پاکستان بھی اسکائپ پہ کال کرنی ہے۔" وہ مسکرا کے بولی تھی۔

اللہ نے اسے ہر چیز سے نوازا تھا اتنا کہ اس نے مانگا بھی نہیں ہو گا بیشک اللہ بہت مہربان تھا اس پہ اس نے مسکرا کے قدم زونیرہ کی طرف بڑھا دیئے۔

❤ختم شدہ❤

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشاءاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین